مرثیہ

تاریخ عزاداری بر صغیر و ذکر جناب علی اکبرؑ

خطیب اکبر لسان الشعراء مولانا سید اولاد حسین شاعر آجتہادی

(۱)

تھا وہ اک عہد کہ معروف تھے مشہور تھے ہم
گوہر منتخبِ دیدۂ جمہور تھے ہم
کہیں سلطاں کہیں حاکم کہیں دستور تھے ہم
اور جہاں کچھ بھی نہ تھے، کام کے مزدور تھے ہم
صبح سے دھوپ میں ہنگامِ شفق آتا تھا
سائے کے نام سے ماتھے پہ عرق آتا تھا

(۲)

اسد اللّٰہیوں کو دشت و جبل کا نہ تھا ڈر
ڈیرے تھے سبز شجر ، ارضِ خدا تھی بستر
رات بھر حفظِ خدا رکھتی تھی آغوش میں سر
اس کو دیس اپنا ہی سمجھے، کیا جس دیس میں گھر
رزق دیتا تھا خدا دیکھ کے رغبت میری
ظرفِ صد رنگ ثمر کرتے تھے دعوت میری

(۳)

مالکِ ارض تھا میں، پیشِ نظر تھی دنیا
کرۂ چشم میں سب یابس و تر تھی دنیا
میرے خالق کی تھی دنیا ، مرا گھر تھی دنیا
پاؤں مضبوط تھے ، ٹیکے ہوئے سر تھی دنیا
نوبتیں شاہوں کے در کی مرا دم بھرتی تھیں
کلغیاں تاجوں کی تسلیم کیا کرتی تھیں

(۴)

تھے قلمدانِ وزارت مرے سرکاروں میں
آلِ ایوب نے رکھا تھا علمداروں میں
تھے صلیب اور ہلال اپنی ہی تلواروں میں
یوسفِ فاطمہؑ تھا مصر کے بازاروں میں
ہے شبِ ماریہ ممنون مرے گیسو کی
دولتِ عضد یہ اک رگ تھی مرے بازو کی

(۵)

دولت ظلم کی دجلے میں ڈبو دی تعمیر
افعی جبر کی پاؤں سے مٹا ڈالی لکیر
میں نے زندانوں سے آزاد کئے لاکھ اسیر
میں نے تازہ کیا سوکھا ہوا خون شبیرؑ
نام لے سکتے نہ تھے جن کے ستمگاروں میں
میں نے ماتم کیا ان لوگوں کا بازاروں میں

(۶)

مٹنے میں نہ کسر جن کے رکھی دنیا نے
میں نے بنوا دیئے ان قبروں پہ دولت خانے
نہ جہاں شمع گئی تھی نہ کبھی پروانے
جھاڑ روشن کئے اس جا دل بزم آرا نے
آگ سے آگ لے دنیا یہ اسی کام کی ہے
ورنہ شمع لحد شاہ میرے نام کی ہے

(۷)

صفوی نورِ صفا شمع سر راہ کیا
راہ اللہ سے گمراہوں کو آگاہ کیا
شرفا آئے جو در پر مرے ذی جاہ کیا
میں نے مغلوں کو مدد دے کے شہنشاہ کیا
خود نہ طالب ہوا میراث سخاوت سمجھی
خال ہندو سے بھی کم ہند کی دولت سمجھی

(۸)

نام بیرم کا زبان زد ہے وفاداروں میں
خان خاناں کا تھا ہمتا کوئی جراروں میں؟
ادب اب بھی ہے مرا ہند کی سرکاروں میں
سجدے ہیں نام پہ تیمور کے درباروں میں
فاتح شرق بنا صاف ضمیری لایا
آستانے سے نجف کے جو امیری لایا

(۹)

اک لٹیرا جو ہوا والیِ بین النہرین
پئے زر لوٹ لیا روضۂ شاہِ کونین
یہ خبر سن کے اڑا دیدۂ تیمور سے چین
بولا،ہم زندہ ہیں تو لٹ نہیں سکتے ہیں حسینؑ
روز لٹتے رہیں شبیرؑ یہ منظور نہیں
نہ الٹ جائے جو بغداد تو تیمور نہیں

(۱۰)

کوئی چرواہا کہے، کوئی گدا و مزدور
ہم کہیں فاتحِ چیں، ہوشربائے فغفور
ایشیا کے سرِ اقبال کا دیہیمِ غرور
ذرۂ خاکِ درِ حیدرؑ صفدر، تیمور
جس نے شبیرؑ کا غم ہند میں منوایا تھا
تعزیہ تاج کی جا سر پہ لیئے آیا تھا

(۱۱)

ڈٹ گیا تھا کہ درِ شہؑ سے نہ اب جاؤں گا
اور کیا تم سے بڑی چیز ہے جو پاؤں گا
ہوا ایسا، نہ غمِ ہجر میں تڑپاؤں گا
تعزیہ میرا جہاں ہوگا وہاں آؤں گا
ہند میں رنگ دکھائے گی شہادت میری
اب تو خوش ہے کہ ترے گھر میں ہو تربت میری

(۱۲)

ایک تربت بنی پھر خاکِ شفا سے سرِ دست
زندگی بھر رہا تیمور مئے عشق سے مست
اپنے ہی دعووں سے ہوتی ہے مورخ کو شکست
کون اس کو کہے ظالم جو ہو مظلوم پرست
چتر کے سائے تھے، تلواروں کے یا سائے تھے
اس طرح ٹھاٹھ سے دلی میں حسینؑ آئے تھے

(۱۳)

رنگ اچھالا جو رنگیلے نے مٹا دینے کو
درّۂ نادری اٹھوایا جگا دینے کو
آئے ہوتے نہ اگر صرف سزا دینے کو
ملک راضی تھا ہمیں تخت پہ جا دینے کو
تاجداری نہ لی خوں کرکے پسینا ہم نے
جس کو بھائی کہا گھر اس کا نہ چھینا ہم نے

(۱۴)

جو مجھے کہتے ہیں ظالم انھیں شرم آتی نہیں
مال جانے کا سبب عقل بھی سمجھاتی نہیں
صرفۂ جنگ میں یہ چیز کہاں جاتی نہیں
کیا وہ دولت ہوئی، تاریخ بھی بتلاتی نہیں
کبریائی نہ پسند آئی مسلماں کے لیئے
تختِ طاؤس گیا شاہِ خراساں کے لیئے

(۱۵)

بہمنی شاہ دکن ہو گئے حیدرؑ کے غلام
عادلیہ نے عدالت کا لیا ہاتھ میں کام
اولیا میں لکھیں ایسا ہے قطب شاہ کا نام
مکہ مسجد کے نمازی اسے کرتے ہیں سلام
حیدرآباد میں نام اس شہ ذی جاہ کا ہے
چار مینارہ عزاخانہ اسی شاہ کا ہے

(۱۶)

ہم نے شاہی کی مگر رنگ ولایت نہ گیا
تھے خداوند مگر جذبۂ طاعت نہ گیا
تاج ماتھے پہ رہے، شوقِ عبادت نہ گیا
سجدے اتنے کئے اک سنگ سلامت نہ گیا
مسجدیں راہوں کی چھٹتی تھیں نہ دینداروں سے
سجدے کرنے کو اتر پڑتے تھے رہواروں سے

(۱۷)

چاند بی بی قمر برجِ شرف، مہر وقار
ملکی دل، فلکی عزم، ہلالی تلوار
قلعہ آگرہ تک آتی تھی جس کی جھنکار
قلعہ ٹوٹا، نہ مگر ٹوٹ سکا دل کا حصار
کیوں جھکے فرق کہ با خط جلی لکھا ہے
ناز اس پر کہ سر خود علیؑ لکھا ہے

(۱۸)

دل تاریخ میں ہے نور جہاں کی تصویر
ملکہ گھر میں، اسد جنگ میں، دفتر میں وزیر
دشمنوں میں جو جہانگیر ہوا جا کے اسیر
روند دی پاؤں سے ہاتھی کے جھلم کی تقدیر
سر خم دیکھ لو، دنیا کے عمل سے پوچھو
تاجدار اب بھی ہوں میں تاج محل سے پوچھو

(۱۹)

اس عمارت کے مہندس بھی ہیں مزدور بھی ہم
نام حق لیتا ہے گنبد تو ہیں منصور بھی ہم
ظاہراً بھی ہیں ہمیں، قبر میں مستور بھی ہم
جیسے نزدیک بھی دنیا سے ہیں ہم دور بھی ہم
چاندنی رات ہو تو حسن میں دونا یہ ہے
میرے جنت کے مکانوں کا نمونہ یہ ہے

(۲۰)

وہی مہتاب ہوں میں جس کا اودھ ہے ہالا
آنسو پونچھے ہوئے مظلوموں کا، رونے والا
میرے گلدستے کا کشمیر رہا ہے لالا
میرے ہی بنگلے کے سائے میں بسا بنگالا
ہر جگہ قلعہ ہیں مسجد ہے مکاں باقی ہیں
قافلے والوں کے قدموں کے نشاں باقی ہیں

(۲۱)

تان سین آج بھی ہے بلبل گلزار وطن
عرفیؔ سدرۂ شیراز نواکار چمن
خان خاناں ہو کہ بیرم کہ ہو فیضیؔ سخن
اکبری نو رتنوں میں ہیں مرے پانچ رتن
تانا شاہی ہوں میں بخشش ہے وطیرا میرا
کوہِ نور اخترِ اقبال ہے ہیرا میرا

(۲۲)

رو رہی ہے مجھے دلی میں نجف گڑھ کی زمیں
پارۂ دل ہیں مرے دفن علی گڑھ میں کہیں
اب میں دنیا میں ہوں یوں جیسے کہ زندہ ہی نہیں
رشتہ جب ٹوٹے اخوت کا نہ کیوں بکھریں نگیں
میرے اسلاف تھے دنیا کے بنانے کے لئے
اور میں رہ گیا ہوں خاک اڑانے کے لئے

(۲۳)

وارثِ فلسفہ وحکمت سینائی ہوں
جامع نسخۂ قانونِ مسیحائی ہوں
غرق خیام ہوا جس میں وہ گہرائی ہوں
الغرض چہرۂ عالم کی میں زیبائی ہوں
نام طوسیؒ سے حکیموں کے نہ دم رکتا تھا
یہ قدم وہ ہیں کہ چنگیز کا سر جھکتا تھا

(۲۴)

آلِ طاغوت کے باطل کئے میں نے اوہام
میری ہی شمع سے تابندہ ہوئی بزم کلام
کون دلدار علی، سقف و عماد اسلام
میں ہی سلطاں ہوں مری تیغ زباں ہے قمقام
صنف تصنیف میں فخر اپنے افادات پہ ہے
'ضربت حیدری' کو فضل عبادات پہ ہے

(۲۵)

ڈیڑھ سو سال سے یکساں ثمر افشاں ہے یہ باغ
بزم و ساقی تو بدلتے رہے بدلا نہ ایاغ
نہ دبے اپنوں، پرایوں سے کبھی اپنے دماغ
روشنی لیتے رہے میرے چراغوں سے چراغ
یہ بھی کہہ دوں کہ شرف میرا رہے گا کب تک
آئے آوازِ بلافصل اذاں میں جب تک

(۲۶)

میں نے تعلیم ادب دی ہے میں ہی بانی ہوں
کاشیؔ و محتشمؔ و مقبلؔ و کاشانیؔ ہوں
صائبؔ وباذلؔ و طوسیؔ خراسانی ہوں
عرفیؔ و آذریؔ و ناصرؔ و قاآنیؔ ہوں
مجھ کو فردوسیِؔ ایرانِ کہن کہتے ہیں
آفرینندۂ مخلوقِ سخن کہتے ہیں

(۲۷)

غالبؔ و میرؔ و حسنؔ ناسخؔ و سوداؔ و منیرؔ
آتشؔ و مصحفیؔ و بیدلؔ و آزادؔ و اسیرؔ
ماہرؔ و فاخرؔ و جاویدؔ و نفیسؔ اوجؔ و ضمیرؔ
ذاخرؔ و عارفؔ و خورشیدؔ و انیسؔ اور دبیرؔ
ہم سے پیچھے رہے یوں بھی شعرا عالم کے
ہم مصنف بھی ہیں موجد بھی حدیث غم کے

(۲۸)

بوریے نے مرے اجمیر کو اجمیر کیا
شکم حرص پہ ڈالی جو نظر سیر کیا
التمش کیا تھا دعاؤں نے مری شیر کیا
راجپوتانے کو بے تیغ و سپر زیر کیا
ماتم شہ نہ ہوا کم مرے اُٹھ جانے سے
ہائے دوست آتی ہے آواز عزاخانے سے

(۲۹)

ترک محنت ہوئی جس روز سے مجبور ہوئے
تخت میراث تھا جن لوگوں کی مزدور ہوئے
طینتیں بدلیں، شرافت کے اثر دور ہوئے
جو تھے پرکالۂ آتش وہی کافور ہوئے
پھول پاتے نہیں وہ بچتے ہیں جو خاروں سے
بیٹے تلوریوں کے ڈرنے لگے تلواروں سے

(۳۰)

تن گئے اور فریبانہ جو تعظیم ہوئی
روح پروانۂ شمع غم تکریم ہوئی
بن گئے بندۂ اغیار وہ تعلیم ہوئی
دل دماغوں سے ہوئے دوریہ تقسیم ہوئی
جرأت و علم کہیں دونوں بہم رہتے تھے
ایک مٹھی میں علم اور قلم رہتے تھے

(۳۱)

دو جہاں ہوتے تھے اک ہاتھ سے تسخیر کبھی
ہاتھ میں تیغ، زبانوں پہ تھی تفسیر کبھی
تارے ہیئت کے کبھی توڑے چلے تیر کبھی
کبھی قرآن تھا آغوش میں شمشیر کبھی
ناز تسبیح پہ تھا فخر تھا تلواروں پر
کبھی منبر پہ کبھی قلعہ کی دیواروں پر

(۳۲)

خطِ تقدیر عدو ماتھے کی چینیں تھیں کبھی
جانمازیں عربی گھوڑوں کی زینیں تھیں کبھی
سجدہ گہ پر کبھی نیزوں پہ جبینیں تھیں کبھی
بوترابیؑ تھے، ہماری یہ زمینیں تھیں کبھی
نو بہاراں میں کہیں خون کا ڈھنگ اب تک ہے
گل و ریحان مری فصل کا رنگ اب تک ہے

(۳۳)

کارگاہ دو جہاں مجھ کو تماشا تھی کبھی
یہ جو ستی ہے، اُبلتا ہوا دریا تھی کبھی
خدمت خالق و مخلوق، تمنا تھی کبھی
عرش اک ہاتھ میں، اک ہاتھ میں دنیا تھی کبھی
رو کے وہ بوجھ گراں ہوتے جو کہساروں پر
اک کو قرآن پر اور ایک کو تلواروں پر

(۳۴)

تھے بشر اور ملائک کے نظارے گھر میں
مرکزیت مہہ و ماہی کی تھی سارے گھر میں
ہوئی معراج بھی رجعت بھی ہمارے گھر میں
ذرے پہنچائے فلک پر تو ستارے گھر میں
ملک اس گھر میں، نبیؐ عرش پہ مستور رہا
آنا جانا مرا ہمسائے میں دستور رہا

(۳۵)

انقلابی ہے کوئی اور زرا منہ تو دکھائے
میں نے افلاک کے قلابے زمینوں سے ملائے
قحط جن میووں کا دنیا میں تھا جنت سے منگائے
کس کے گہوارے فلک والوں نے آ آ کے ہلائے
لوریاں کوئی نہ دے مجھ کو تو غم ہوتا تھا
بلبل سدرہ چہکتی تھی تو میں سوتا تھا

(۳۶)

جو ستارے تھے چُنے خاک سے گوہر ایسے
عاشق اللہ کے سلمانؓ و ابوذرؓ ایسے
بطل ابطال شکن مالک اشترؓ ایسے
چودہ طبقوں میں نہیں جیسے بہتّر ایسے
تھرتھری نام سے اصغرؑ کے ہے جراروں میں
کس کی صف میں کوئی بیشیر ہے سرداروں میں

(۳۷)

فخر زیبا ہے ہمیں اس لئے کرتے ہیں غریو
حسنِ جرأت کی انھیں ہاتھوں نے تیار کی نیو
جمع ہوں آ کے منوچہر و اسد، رستم و گیو
آسمانوں سے ملک، خاک سے جن، کوہ سے دیو
لڑنا کیا شئے ہے جو منھ دیکھے وہ بسمل ہوجائے
جو بہادر ہو وہ اصغرؑ کے مقابل ہوجائے

(۳۸)

سام ہٹ جائے اگر ان کا تقدّم دیکھے
زال دیکھے کہیں چتون تو خرد گم دیکھے
دل میں سُہراب یمِ غم کا تلاطم دیکھے
رستمی چھوڑ دے رستم جو تبسم دیکھے
کون اصغرؑ کے سوا قوم پہ قربان گیا
وہ بہادر کہ جسے سارا جہاں مان گیا

(۳۹)

ایک ساں قوم میں تھے طفل و جواں، عورت و مرد
دُر یکدانہ کے مانند تھے بازاروں میں فرد
اہل علم ایسے ہی اور ایسے ہی اصحابِ نبرد
چھو گئی تلووں سے جو اپنے وہ اکسیر تھی گرد
میں ھُما تھا کہ گدا آیا تو ذی جاہ ہوا
جس پہ سایہ پڑا میرا، وہ شہنشاہ ہوا

(۴۰)

اب نہ عہدے ہیں، نہ منصب ہے، نہ ملک و دولت
قلعۂ لکھنؤ کی طرح سے ٹوٹی ہمت
بٹ گیا دل کی طرح شاہوں کا مال و حشمت
کوٹھیاں غیروں کو، حصہ میں ہمارے تربت
دم عمل کا نہیں ہونٹوں کو سیئے بیٹھے ہیں
تکیہ ہم گور غریباں پہ کئے بیٹھے ہیں

(۴۱)

زر میں حصہ ملا کوئی، نہ وطن میں حصہ
نالہ کش بلبلوں کا کیا تھا چمن میں حصہ؟
خیر منظور نہ ہو مال میں دَھن میں حصہ
وقفوں کو دیکھو، ہے بوسیدہ کفن میں حصہ
ذرۂ قبر ہوا رہنے دے اس قسمت کے
تخت تھوڑی ہے یہ تختے ہیں مری تربت کے

(۴۲)

ہم نے عزت یہ سمجھ لی ہے کہ بودے بن جائیں
منہ چھپائے رہیں جس گوشے میں وسعت پائیں
مان لیں اس کو جو ارکانِ شہامت فرمائیں
بھیجے بھی کھائیں وہی اور وہی سر بھی سہلائیں
اتنی سی بات پہ ممنون ہیں ہم یاروں کے
فرض ادا کرتے ہیں ہم سائے میں تلواروں کے

(۴۳)

دَہ و یک حصہ ہے اغیار کا دَھن میں اپنے
گھر کرائے کے ہیں اللہ وطن میں اپنے
صدقۂ کفر کا ہے رزق دہن میں اپنے
زرِ سودی کا ہے ہر تار کفن میں اپنے
ہے کفن غیر کا بخشا یہ ندامت ہوگی
ہوا زندہ تو قیامت میں قیامت ہوگی

(۴۴)

ہاں! پھرائے شہرگِ بازوئے عمل خون اُچھال
تیغ ہمت ہے کہاں دفن، ذرا ڈھونڈھ نکال
رحم کر رحم سمجھ اس تن خاکی کا مآل
تیری مٹی میں دبا ہے کہیں حیدرؑ کا جلال
زیست کا سیکھ کے آیا نہ قرینہ تجھ کو
مر ہی جا پھر، اگر آتا نہیں جینا تجھ کو

(۴۵)

گو ترے لب پہ ہے ہر دم سحر و شام حسینؑ
تو ہے بے چین تو کیا پائیں گے آرام حسینؑ
بے عمل تو ہے تو ہو جائیں گے ناکام حسینؑ
تیرے جینے سے ہوئے جاتے ہیں بدنام حسینؑ
نہ جھکا موت سے وہ عرش مقام ایسا تھا
نیزوں اونچا گیا دشمن سے امام ایسا تھا

(۴۶)

دل دشمن میں جگہ ریزۂ الماس سے سیکھ
رہِ جنّاتِ عمل، حسرت الیاسؑ سے سیکھ
نہر مقصد ہے کدھر بھڑکی ہوئی پیاس سے سیکھ
پیاس پر شرطِ وفا حضرت عباسؑ سے سیکھ
جنگ و حفظ و فرس و مشک و علم ساتھ فقط
پانچ کام اور علمدار کے دو[۲] ہاتھ فقط

(۴۷)

ہاتھ کے قبضہ میں مچلا ہوا رہوار الگ
اور کاندھے پہ نشانِ ظفر آثار الگ
جھولتی مشک سے عزت کے طلبگار الگ
شہپرِ تیر پہ اُڑتی ہوئی تلوار الگ
اس طرح پیاس میں یہ پیس گئے لشکر کو
نام کرنا ہوا دشوار علی اکبرؑ کو

(۴۸)

لاش کے پاس رکھے ہاتھ کمر پر وہ جری
جنگ کا نقشۂ شب کر رہا ہے خود نظری
تیغ پا بوس ہے اور ہاتھ میں ڈھیلی ہے پہری
بوند بوند آنکھ میں خونِ رگِ عالم سے بھری
کہتے ہیں رنج سے گو خونِ جگر پیتے ہیں
انتقام آپ کا ہم لیں گے اگر جیتے ہیں

(۴۹)

واہ رے شیر نیستانِ علیؑ کیا کہنا
ذوالفقار علوی ہاتھ تھا بایاں دَہنا
رشتۂ تیغ میں وہ فوج کو باندھے رہنا
ہم بھی بتلاتے ہیں اب دہر کو خوں کا بہنا
خوں کا چھڑکاؤ نہ اب چشم فلک بھولے گی
روز دو وقت زمانے میں شفق پھولے گی

(۵۰)

آپ نے موج سر نہر پہ جھنڈے گاڑے
اب مری تیغ زرا دامن صحرا پھاڑے
فوج یوں لرزے کہ گرمی میں عیاں ہوں جاڑے
کجرووں کے لئے دو ہاتھ ہوں آڑے آڑے
نام جرأت نہ کوئی لے مری تلوار کے بعد
شاہِ لشکر کی لڑائی ہو علم دار کے بعد

(۵۱)

اپنا گھر جاتا ہے کیا، ان کے میں گھر چھوڑوں گا
تاجداری کے لئے کیا کوئی سر چھوڑوں گا
پوتا کرار کا ہوں، بحر نہ بر چھوڑوں گا
لختِ خوں اس کرۂ دہر کو کر چھوڑوں گا
میتیں ہوں گی گلی کوچوں میں بازاروں میں
رہے دربار تو سر جائیں گے درباروں میں

(۵۲)

ہاتھ رکھ کر سر پشتِ علی اکبرؑ شبیرؑ
بولے کچھ لاش اٹھانے کی بھی سوچی تدبیر
سچ ہے ماتم میں ہو عمو کے جہاں تک دلگیر
ہوگئی خانۂ ہاشم کی شکستہ شمشیر
کیا لڑے فوجوں سے گھر اپنا بچانا ہو جسے
تیغ کیا اس سے اٹھے لاش اُٹھانا ہو جسے

(۵۳)

بولے اکبرؑ کہ پلٹ چلئے یہاں سے بابا
ہے وصیت یہ چچا کی کہ نہ اُٹھے لاشا
حَبس ہے گنجِ شہیداں میں، ہے مسدود ہوا
رہنے ہی دیجے بہشتی کو کنارِ دریا
نہ دیا آب ستمگاروں نے تڑپانے کو
دہنِ زخم ہیں وا ٹھنڈی ہوا کھانے کو

(۵۴)

سن کے یہ مشک و علم شہؑ نے اٹھائے بہ الم
آئے دروازۂ خیمہ پہ شہنشاہِ امم
بولے شبیرؑ سمٹ آئی جو عترت باہم
بیوہ بھاوج سے کہو آ کے بڑھا ڈالے علم
ہجر شوہر میں علم آپ کا غمخوار رہے
پاس بچوں کے نشانئ علمدار رہے

(۵۵)

ہو مبارک علم، آلودۂ خوں بھائی کا
ذکر تا حشر نہ بھولے گا صف آرائی کا
رکھو مشکیزہ حفاظت سے مرے جائی کا
فخر اولاد میں باقی رہے سقائی کا
غلغلے الفت سقّا کے زمانوں میں رہیں
حشر تک مشک و علم تعزیہ خانوں میں رہیں

(۵۶)

ہاں خموش اے حرم سید عالی خاموش
دشمنوں کو نہ ہنسانے لگے رونے کا یہ جوش
ساتھ صابر کا ہے تم سب بھی رہو ہمت کوش
سن رہا ہوں ملک عرشِ شفاعت کا سروش
جب سوئے حشر گنہگار حزیں جائیں گے
انھیں عباس کے ہاتھوں سے جناں پائیں گے

(۵۷)

آج گھر میں مرے ہر نفس پہ واجب ہے جہاد
مرد و زن پیر و جواں صاحبِ تیغ و زہّاد
در خالق پہ ہیں ہم سب، نہ ہو کوئی ناشاد
کوئی زر دے، کوئی سر دے، کوئی اپنی اولاد
گرم بازار شفاعت کا بصد زینت ہے
گوشواروں کی سکینہؑ کے بڑی قیمت ہے

(۵۸)

ہاں جو لینا ہو وہ لے لو کہ ہے وا بابِ کریم
اشک پی جائیں جو بچے تو ملیں دُر یتیم
لب بے آہ کی جنبش سے ہے آگاہ علیم
سر ہے کیا چیز شفاعت سے ملیں جب دیہیم
روئیں کیوں صبر کی تعلیم کے پانے والے
ہنستے ہیں کوثر و تسنیم کے پانے والے

(۵۹)

بولیں کلثوم خدا کے لئے میں گھر دوں گی
کہا زینبؑ نے کہ میں فرق کی چادر دوں گی
یہ سکینہؑ نے کہا کانوں کے گوہر دوں گی
بولیں لیلیٰ کہ شباب علی اکبرؑ دوں گی
ہاجرہ میں نہیں افشا جو کروں نالوں کو
دیر اتنی ہے کہ ماں سج دے گھنے بالوں کو

(۶۰)

آخری خلعتِ نو ہاتھوں سے اپنے دوں بدل
دیدۂ مست میں ہلکا سا لگا دوں کاجل
اشکوں سے صاف کروں اس لبِ شیریں کا غسل
پپڑیاں سوکھے ہوئے ہونٹوں کی دیکھے نہ اجل
نذر اللہ کو کوئی چیز نہیں کیا دوں گی
بڑی سرکار ہے وہ، سج کے میں ہدیہ دوں گی

(۶۱)

شاہ باہر گئے لیلیٰؑ نے دیئے زلفوں میں بل
غسل ممکن نہ تھا پانی کا بنے اشک بدل
زلفیں رخ سے جو ہٹیں چاند سے سر کا بادل
اٹھے اکبر کہ رواں زیست ہوئی سوئے اجل
صابرہ ماں نے نہ شکل غم و شیون دیکھی
آخری بار بڑے غور سے چتون دیکھی

(۶۲)

دیکھا ماتھے کی شکن ناخنِ ضرغام بنی
زلف ہِل جُل کے بنے طائر جاں دام بنی
وہ مناسب کجی ابرو کی جو صمصام بنی
شان، مادر کے لئے باعثِ آرام بنی
بولیں قبضہ نہ چھٹے ہاتھ سے گر جان رہے
بیٹا ہاشم کے گھرانے کا زرا دھیان رہے

(۶۳)

میں نے عباس کا دروازے سے دیکھا تھا جہاد
نہر کیا چیز ہے! پانی ہوئی تیغِ فولاد
وہ خلف حیدرؑ صفدر کے تھے، تم ہو اولاد
ایک ساں چاہئے اولاد میں فخر اجداد
کم کسی سے نہ رہو، ہم تمہیں سمجھاتے ہیں
غُل ہو فوجوں میں کہ تربت سے علیؑ آتے ہیں

(۶۴)

کٹ چکی فوج نہ جانا سوئے دریا بیٹا
ٹوٹے بیڑے کا ہے کیا چیز ڈبونا بیٹا
جمگھٹا ہے ابھی پورا سر صحرا بیٹا
برچھیوں والوں میں دیکھوں گی کلیجا بیٹا
غل ہو پورا عملِ شوکتِ سادات کیا
ام لیلیٰ کے جگر بند نے دن رات کیا

(۶۵)

ماں نے یہ کہہ کے ادھر ماتھے پہ اک پیار کیا
مسکراہٹ نے ادھر ہونٹوں کی اقرار کیا
جاتے جاتے رُکے الفت نے جو اصرار کیا
بھائی نے رخ طرفِ عابدؑ بیمار کیا
بولے چھوٹوں کے لئے فخر جبیں سائی ہے
باپ کے بعد کوئی ہے تو بڑا بھائی ہے

(۶۶)

بھائی کے تلووں سے ملنے جو لگے آکے یہ سر
ایک خنکی ہوئی محسوس کھلے دیدۂ تر
پاؤں کو کھینچ کے فرمانے لگا شہؑ کا پسر
بھائی دل میں ہے جگہ آؤ ادھر آؤ ادھر
سانس بھی چاہئے، ہے غنچۂ دل کھلنے کو
ہم سے تو اٹھا نہ جائے گا گلے ملنے کو

(۶۷)

کہا اکبرؑ نے کہ میں آپ کی الفت کے نثار
شان خادم کو فزوں کرتا ہے آقا کا شعار
گرچہ جلدی تھی پئے حملۂ فوجِ غدار
بے ملے آپ سے ہوسکتا تھا گھوڑے پہ سوار؟
حملۂ حیدرؑ کرار دکھانا تھا مجھے
آپ سے مل کے لہو دل کا بڑھانا تھا مجھے

(۶۸)

کہا بیمار نے کیا مر گئے سب کوئی نہیں
ساتھ دے دشت میں جو وقت تعب کوئی نہیں
قاسمؑ و عونؑ وبنِ شاہِ عرب کوئی نہیں
کہا اکبرؑ نے کہ ہاں فوج میں اب کوئی نہیں
مختصر یہ ہے کہ شاہی ہے نہ اب لشکر ہے
باپ میداں میں ہے، جھولے میں علی اصغرؑ ہے

(۶۹)

کہا عابدؑ نے کہ پھر کیا ہے ارادہ بھائی؟
مستحق جنگ کے ہم سے ہو زیادہ بھائی
ہاں ہمیں کرنا ہے طے شام کا جادہ بھائی
آپ گھوڑے پہ چڑھیں، ہم ہوں پیادہ بھائی
آپ کے ہاتھ میں چلتی ہوئی شمشیریں ہوں
اور مرے پاؤں میں اینٹھی ہوئی زنجیریں ہوں

(۷۰)

ہم کو جانا ہے وطن تم کو یہیں گڑنا ہے
چھالے کا حلقہ زنجیر پہ نگ جڑنا ہے
یاس شبیرؑ کی، عباسؑ کا گر پڑنا ہے
دل بڑھا دو کہ ابھی باپ کو بھی لڑنا ہے
اپنی پیری کا نہ میداں میں خیال آئے گا
مر گئے آپ تو پیاسے کو جلال آئے گا

(۷۱)

جھوم کر شوکت کرار دکھاتے جانا
رکھ کے دُلکی پہ فرس فوج دباتے جانا
ہیں دھنی تیغ کے سادات بتاتے جانا
میری جانب سے بھی دو ہاتھ لگاتے جانا
زخم زنجیر سا تن پر ستم ایجاد کے ہو
لوگ سمجھیں تو کہ پالے ہوئے سجادؑ کے ہو

(۷۲)

گھاٹ کی چوٹیں طبیعت سے لگیں گڑھ گڑھ کے
راستا ہٹنے کا خود دینا انھیں بڑھ بڑھ کے
اُلٹی چوٹیں لگیں آئیں یہ اگر چڑھ چڑھ کے
لڑنا اشرار سے تم سورۂ جن پڑھ پڑھ کے
یہ سمجھتا ہوں کہ عفریت وبنی جان نہیں
ان کے سینوں میں نہیں دل تو یہ انسان نہیں

(۷۳)

بس سدھارو کہ نہ خود صبر کے ڈگ جائیں قدم
حق کی مرضی پہ مناسب نہیں ہیں دیدۂ نم
کہہ دو پردے اُٹھیں خیموں کے، سرک جائیں حرم
کس طرح لڑتا ہے ہمشکل نبیؐ دیکھیں گے ہم
کچھ وصیت کرو کہہ دو دل مضطر کا خیال
سر جھکا کر کہا رکھنا مری مادر کا خیال

(۷۴)

چشم خیمہ سے جو وہ اشک تمنا نکلا
ایک کوزے سے ابلتا ہوا دریا نکلا
جہاں ڈوبا تھا اسی جا پہ ستارہ نکلا
جیب موسیٰ سے چراغ یدِ بیضا نکلا
ہل گئے قلب جو دھوپ آنکھوں سے نزدیک ہوئی
دوپہر امتِ فرعون پہ تاریک ہوئی

(۷۵)

پئے تسلیم جھکا باپ کی وہ عرش جناب
ہنہنانے لگا بُو سونگھ کے راکب کی عقاب
تنگ کو تنگ کیا ٹھیک کی مرضی پہ رکاب
آئے یوں گھوڑے پہ جس طرح زلیخا پہ شباب
پڑھ چکا آیۂ تسخیر جو ضرغام علیؑ
تھپتھپاتے ہوئے گردن پہ لکھا نام علیؑ

(۷۶)

اتنے میں آ گئے نزدیک امامؑ والا
کہا، ہاں جاؤ! تمھیں حفظ خدا کو سونپا
دمِ رفتار خیال اتنا پدر کا رکھنا
دیکھے جانا مجھے مُڑ مُڑ کے مرے ماہ لقا
باعثِ زیست غم تشنہ لبی ہو کہ نہ ہو
اب میسر ہمیں دیدار نبیؐ ہو کہ نہ ہو

(۷۷)

کر کے اقرار بہادر نے کیا سر اونچا
دور بیں آنکھ نے میدان کا رستا ناپا
پنجہ نے باگ کسی، اسپ ارادہ سمجھا
پاؤں پہلا اٹھا پیمان اماں ٹوٹ گیا
نعل کہتے تھے کہ قہر آیا ستمگاروں پر
اسپ چلنے لگا مانجی ہوئی تلواروں پر

(۷۸)

قصد ہجرت ہوا پیغمبرؐ داور کی طرح
چھوڑ کر فرش پہ سجادؑ کو حیدرؑ کی طرح
چلا ہم شکل نبیؐ گھر سے پیمبرؐ کی طرح
گرد نے آڑ کی جبریل کے شہپر کی طرح
غار کا قصد نہ تھا، کاندھے پہ بھی ہاتھ نہ تھا
راہ ٹیڑھی تھی شہادت کی کوئی ساتھ نہ تھا

(۷۹)

یہ تنے بیٹھے تھے، اڑتا ہوا راہی تھا عقاب
چہرہ تھا گرد میں یا اوس کی بارش میں گلاب
مہر انگارہ تھا، کیا ماہ کا دے سکتا جواب!
باپ کو دیکھتا تھا مُڑ کے جو وہ عرش جناب
ساتھ خورشید کے مانند سحر جاتی تھی
منہ جدھر پھیرتے تھے دھوپ ادھر جاتی تھی

(۸۰)

غاروں کو پھاند گیا، راہِ جبل کو جھیلا
سینے کا زور کہ سیلاب کا پہلا ریلا
تند رو وہ کہ نہ آندھی سے بھی دم بھر کھیلا
سبک اتنا کہ رکھے سُم تو نہ چٹکے بیلا
خانۂ گل میں یہ در آئے کرن جا نہ سکے
اطلس دامن غنچہ پہ شکن آ نہ سکے

(۸۱)

اشہبی رنگ پہ کھپتا ہوا چاندی کا وہ ساز
سر پہ ہلتی ہوئی کلغی کا انوکھا انداز
شان میں صورت محمود تھا، خدمت میں اَیاز
پیچھے رہ جاتی تھی خود اس کے سموں کی آواز
ذرہ اٹھتا نہ تھا نعلِ سمِ کج سے پہلے
برق جس طرح کڑکتی ہے گرج سے پہلے

(۸۲)

تھی کنوتی کہ سر گل تھیں گلابی کلیاں
رنگ رخ لال تھا، ماتھے پہ سپیدی تھی عیاں
دو طرف رات تھی اور بیچ میں ماہ تاباں
تھا خطِ چشم کہ مشرق پہ تھا مطلع کا نشاں
چھوٹے جاموں میں پیئے اور نہ کوروں میں پیئے
تھوتھنی وہ تھی کہ زمزم کے کٹوروں میں پیئے

(۸۳)

دیکھے بھالے ہوئے ویرانہ دبستان عرب
خاتم نعل سے سکہ زنِ میدانِ عرب
جان کے نرخ پہ ستا کہیں شاہان عرب
مصطفیٰؐ نے جسے چھانٹا تھا وہ تھا جان عرب
رہا دلدل سفر خانہ باری کے لئے
اس کو پالا علی اکبرؑ کی سواری کے لئے

(۸۴)

حمزہؓ و جعفرؑطیار کا سکھلایا ہوا
جنت خانۂ زہراؑ کی ہوا کھایا ہوا
معرکہ حیدرؑ کرار کا دکھلایا ہوا
اس گھڑی کے لئے یثرب سے یہاں آیا ہوا
تا سپہ پشت پہ لخت دل لیلا لایا
معتمد اتنا کہ اکبرؑ کو اکیلا لایا

(۸۵)

بے جگر وہ صف دشمن میں پھرے گھر کی طرح
اپنے مالک کا وفادار تھا قنبر کی طرح
بچوں کو پشت پہ بٹھلائے پیمبرؐ کی طرح
نئ کوپل تھا شبابِ علی اکبر کی طرح
صورت عمر خضرؑ تھی نگرانی اس کی
روک رکھّی تھی نبوّت نے جوانی اس کی

(۸۶)

اس طرف گرد کے پردے میں تھا وہ ماہِ منیر
دم بخود فوج کھڑی تھی وہاں مثلِ تصویر
دور بینوں سے تھے سرگرم نظارہ بے پیر
دیدباں چپ تھے تو بیتاب تھا لشکر کا امیر
طبل خاموش کہ احوال سنیں، راز سنیں
ہنہناتے تھے نہ گھوڑے بھی کہ آواز سنیں

(۸۷)

دوربیں کے خطِ آخر پہ تھا اک شعلۂ نور
کبھی تارا، کبھی خورشید، کبھی جلوۂ طور
آنکھیں کمزور مگر فرض نظارے کا ضرور
تھی چکاچوند قریں کچھ نظر آتا تھا نہ دور
چشم اول میں کئی عکس جو ہر بار آئے
دیدبانوں نے کہا احمدؑ مختار آئے

(۸۸)

ہو بہو چہرہ وہی، چال وہی، ڈھال وہی
قَابَ قَوْسَیْنْ کہا جس کو خط و خال وہی
نمکیں حسن وہی، عطر فشاں بال وہی
تیغیں چھٹ چھٹ کے یہ چلائیں کہ اقبال وہی
قتل سادات پہ رانڈوں نے صدا دی ہوگی
قبر کیا دور تھی فریاد یہ سن لی ہوگی

(۸۹)

پہلے ہی کرتا تھا سادات کے صدموں کا خیال
آج کمبل کی جگہ پشت مبارک پہ ہے ڈھال
نظر آتے ہیں جواں غیظ سے رخسار ہیں لال
بچ سکے کون جو رحمت ہو طلبگار جدال
مرگ کے جوگ میں کیا طالع دہر آیا ہے
قلعہ حلم کو ڈھاتا ہوا قہر آیا ہے

(۹۰)

ناگہاں چاک ہوا صورت دل پردۂ خاک
آ گیا آنکھ کے آغوش میں کارِ ادراک
دفعتاً جلوے سے خیرہ ہوئی چشم نمناک
پڑھا گیتی نے درود اور فلک نے لولاک
آسماں بولے قیامت کا زمانہ آیا
سمجھا خورشید کہ رجعت کا زمانہ آیا

(۹۱)

خم گیسو تھا کہ اجمالِ تفاصیل دُجیٰ
تھیں جبیں کی شکنیں مسطرِ تفسیر ضحیٰ
سر کا عمامہ فلک زیر فلک صبح و مسا
خم ابرو ہے صراط آنکھیں درِ خلد کی جا
مردمِ چشم پہ ابرو خط باریکِ صراط
مرتضیٰ جیسے بچانے کو ہوں نزدیک صراط

(۹۲)

چشم اکبرؑ پہ غزل کہہ دوں میں دیوانہ نہیں
کعبہ سے ربطِ چراغ درِ بت خانہ نہیں
لغزش مست نہیں، نشۂ رندانہ نہیں
جام امرت کا نہیں، زہر کا پیمانہ نہیں
باعثِ خلق ہے نرگس ہے نہ یہ جادو ہے
نونِ کُن آنکھ ہے اور مرکز کاف ابرو ہے

(۹۳)

کوثرِ چشم پہ افتادہ شرابی چہرہ
خط سبزہ پہ دمکتا ہے شہابی چہرہ
دوشِ احمدؑ پہ ہے قرآں کہ کتابی چہرہ
لالہ پڑ جائے سپید اتنا گلابی چہرہ
نظر بد جو پڑے جان کے لالے پڑ جائیں
آنکھیں آ جائیں جو نرگس کی نگاہیں لڑ جائیں

(۹۴)

جھومتا جھامتا لٹکے ہوئے گیسو کا شباب
باڑھ پر تیغ کہ ہلتے ہوئے ابرو کا شباب
سامری جان دے وہ دیدۂ جادو کا شباب
خیبر نو کا طلبگار ہے بازو کا شباب
خط بینی کا ہے مقصود کہ پائندہ رہے
چہرہ سے معجزۂ شق قمر زندہ رہے

(۹۵)

چوڑے سینے کا شباب اور بھری گردن کا شباب
چھریاں چل جائیں وہ ابھری ہوئی چتون کا شباب
چاندی میلی ہو ہے وہ دیدۂ روشن کا شباب
جیسے دو کلیوں میں کھنچ آیا ہے گلشن کا شباب
موتی چور آنکھوں میں موتی سا وہ پانی توبہ
ہم تو ہم آپ بھی کہتی ہے جوانی توبہ

(۹۶)

ایک ایک انگلی میں ہے پنجۂ حیدرؑ کا شباب
خیمہ سے لائے ہیں ہمراہ بہتر کا شباب
بھولا بھالا نہیں میدان میں اکبر کا شباب
تجربہ کرکے پھرایا ہے پیمبرؐ کا شباب
شقِ مہ جس نے کیا اس کی سواری آئی
مہر لرزاں ہے کہ اب کی مری باری آئی

(۹۷)

قد رعنا پہ عیاں سرو گلستاں کا شباب
تیر پیرآئے کلیجوں میں وہ مژگاں کا شباب
افقِ صبح دمیدہ لبِ خنداں کا شباب
پھانسیاں ڈال دے گردن میں گریباں کا شباب
طبع پاکیزہ و شفاف جو آب دریا
آستیں کی شکنیں ہیں کہ شبابِ دریا

(۹۸)

بچپنا پتلی میں، زلفوں میں سیاہی کا شباب
چشم و پیشانی روشن مہہ و ماہی کا شباب
پشتِ لشکر پہ نہاں اس کی تباہی کا شباب
اپنی طاقت پر اکڑتا ہے سپاہی کا شباب
رخ کی رنگت سے ہوئی باڑھ بھی پانی ایسی
باڑھ تلوار کی مڑ جائے جوانی ایسی

(۹۹)

ہاشمی و قرشی زور شجاعت کا شباب
رخ پہ چھایا ہوا انداز نبوت کا شباب
جائے خوں تن میں سمایا تھا امامت کا شباب
دین و دنیا کا جو مرکز وہ قیامت کا شباب
حسنؑ و حیدرؑ و احمدؐ شہؑ والا کا شباب
پانچ زینوں سے تھا اونچا قد بالا کا شباب

(۱۰۰)

'چشم بددور' کہے دیکھنے والا، وہ شباب
خانہ سید بیکس کا اُجالا وہ شباب
گھر سے زینبؑ نے اکیلا نہ نکالا وہ شباب
جس کو سیدانیوں نے گود میں پالا وہ شباب
ہے جو اجڑے ہوئے خیمے کا ستارا وہ شباب
اب اکیلا ہے جو لیلیٰ کا سہارا وہ شباب

(۱۰۱)

آئے جب دشت میں مانندِ غضنفر آگے
باپ کے سینہ سپر صورت حیدرؑ آگے
جاں نثارِ رہِ تکبیر کا تھا سر آگے
نام اللہ کا پیچھے رہا اکبرؑ آگے
پشتبانی یوں ہی دنیا میں بہ کد کرتے ہیں
پیچھے رہتے ہیں کسی کی جو مدد کرتے ہیں

(۱۰۲)

وہاں چرچے رہے، شبدیز ادھر روک لیا
علی اکبرؑ نے باندازِ دگر روک لیا
گانٹھ کر باگ کو بے خوف و خطر روک لیا
دم میں اڑتا ہوا وہ برق سیر روک لیا
ڈر تھا کیا بڑھتے اگر ظلم کے بانی آگے
پشت پر ماں کی دعائیں تھیں، جوانی آگے

(۱۰۳)

نا گہاں کوفہ کی جانب سے اٹھا ایک غبار
زلزلہ خیز و سیہ ریز بسانِ شبِ تار
سینہ تاریک و بلا پیچ مثال کہسار
جو ادھر دیکھتے تھے مڑ گئے اس سمت سوار
تیرہ و خیرہ وہ میدان ہوا جاتا ہے
شک تھا فوجوں کو کہ خود ابن زیاد آتا ہے

(۱۰۴)

سچ ہے گو صبح سے ہے گرم یہ میدان جہاد
مگر اب اور ہی کچھ ہوگئی ہے شان جہاد
نہر پر قتل ہوا شیر نیستان جہاد
خاتم زیں پہ ہے وہ لعل بدخشان جہاد
فوج کا سامنا اس وارث شمشیر سے ہے
درجہ دوسرا جس شیر کا شبیرؑ سے ہے

(۱۰۵)

خانۂ حسنِ ثقیف، احمدی ایوانِ جلال
ایک میں شیر کی ننہیال ہے، اک ہے ددھیال
فارسان ثقفی اب بھی ہیں اس فوج کی ڈھال
دیکھ کر جانب اکبرؑ کہیں بدلے نہ خیال
فوج پر تیغ جری تول گیا ہے رن میں
راستا جانے کا حر کھول گیا ہے رن میں

(۱۰۶)

کچھ مکدر نظر آتے ہیں امیرانِ ثقیف
منہ گریبانوں میں ڈالے ہیں جوانان ثقیف
ڈاڑھیاں ہاتھوں سے تھامے ہیں بزرگانِ ثقیف
سب کو ہے فکر کہ ہو جائے نہ کم شانِ ثقیف
شوق شاہی بھی ہے ذوقِ رسن و دار بھی ہے
یہ وہی نسل ہے جس نسل میں مختارؒ بھی ہے

(۱۰۷)

وہی مختار جو یہ کہتا ہے تقریروں میں
مر نہیں سکتا میں گو بیٹھا ہوں شمشیروں میں
نام حیدرؑ کا لئے جاؤں گا تعذیروں میں
کتنا آزاد ہے جکڑا ہوا زنجیروں میں
بن مرجانہ کے زنداں میں نہ میں جاں دوں گا
حکم مولا ہے شہیدوں کا میں بدلہ لوں گا

(۱۰۸)

وہی خوددار جسے بیعت غاصب سے ہے عار
اتنا مضبوط حکومت سے ہے قصدِ پیکار
کہتا ہے صاف کہ ماروں گا میں ہفتاد ہزار
مالک علم لدُنیؑ سے سنے ہیں اسرار
صادق القول کی خالق سے شکایت کر دوں
قتل ہوں وقت سے پہلے تو قیامت کر دوں

(۱۰۹)

دلدہی کو انھیں لوگوں کی خود آتا ہے امیر
ڈر ہے یہ ٹھیک کہ آپس میں نہ ہو دار و گیر
پر نہ لشکر سے بنے، بگڑے اگر یوں تقدیر
گھر میں تو پھوٹ ہو اور سر پہ علیؑ کی شمشیر
حاکم شام نہیں لشکر بے پیر کے ساتھ
ہوگا اللہ ہی محبوب کی تصویر کے ساتھ

(۱۱۰)

انھیں باتوں میں ہٹی گرد جو حسب معمول
فوج کے ساتھ دکھائی دیا اک نامعقول
اسپِ فربہ تھا جہاز اور قد اس کا مستول
دوش پر ڈھیلی زرہ، فیل پہ جس طرح سے جھول
ناز بیجا سر ابرو تھا شکن دیتا ہوا
گھوڑا ڈالے ہوئے اور نیزے کو گن دیتا ہوا

(۱۱۱)

ٹھاٹھ وہ آب ہو عفریت کا جس سے زَہرا
ڈھال کا پشت پہ چہرے پہ جھلم کا پہرا
دم دکھانے کے لئے گاڑ کے نیزا گہرا
درمیان صف فوج و علی اکبرؑ ٹھہرا
فوج والوں میں کہ شبیرؑ کے ہو پیاروں میں
پوچھا غازی سے کہ ہو کس کے طرفداروں میں

(۱۱۲)

ایک تلوار بہتر کے لئے لائے ہیں ہم
سر شبیرؑ کے لانے کی قسم کھائیں ہیں ہم
گرچہ خود شام سے احکام وغا پائے ہیں ہم
ہاتھ جوڑے بن مرجانہ نے تو آئے ہیں ہم
ملکِ رَے ہے ثمر فتح یہ معلوم نہیں
بندہ پرور میں بنِ سعد کا محکوم نہیں

(۱۱۳)

چاپلوسی ہے نہ رامش گرِ دولت ہم ہیں
نہ جبیں سائے شبستانِ خلافت ہم ہیں
سالک مسلکِ اربابِ شجاعت ہم ہیں
بَل پہ تلوار کے خواہانِ حکومت ہم ہیں
جس میں دم خم نہ ہو، کیوں مانیں سپاہی اس کی
جس کے قبضہ میں ہو تلوار، ہے شاہی اس کی

(۱۱۴)

نہ طرفدارِ ستمگر، نہ ہی خواہِ شہید
باپ کی فکر بھی رکھتے نہیں فرزند شہید
دل میں ہے ملک ستانی کی تمنائے شدید
سدّرہ ہو تو ابھی کاٹ لیں ہم فرقِ یزید
صاحبِ تیغ سپاہی ہوں نمک خوار نہیں
آبرو بیچ کے عہدے کا طلبگار نہیں

(۱۱۵)

ماننے والا میں قانونِ الٰہی کا نہیں
صبح شمشیر کا قائل ہوں، سیاہی کا نہیں
مرغِ زریں قفس عہدۂ شاہی کا نہیں
دون کی لینا دھرم سچے سپاہی کا نہیں
ارث تھوڑی ہے کسی کی یہ حکومت لے لوں
زَد پہ دو ہاتھ لگا دوں تو خلافت لے لوں

(۱۱۶)

مسکرا کر کہا اکبرؑ نے کہ ماشاء اللہ
ایسے ہی ہوتے ہیں پیرو جو ہوں ہادی گمراہ
سستا سودا نگۂ حرص میں کتنا ہے گناہ
نہ طرفداریٔ عزت نہ ہوا خواہیٔ شاہ
کہہ و مہہ کو طلبِ سلطنت شام ہوئی
اہل حق یوں ہوئے محروم، ہوس عام ہوئی

(۱۱۷)

آپ کی شان بتاتی ہے کہ طرار ہیں آپ
خود غرض، عُربدہ جو، خائن و مکار ہیں آپ
طالبِ حق ہیں نہ جنت کے طلبگار ہیں آپ
شام والوں میں ہیں، غدار کے غدار ہیں، آپ
اپنوں پر تیغ اٹھا دادِ شجاعت لے لے
یہی موقع ہے بن سعد سے بیعت لے لے

(۱۱۸)

اپنا کیا پوچھنا مشہور ہیں جراروں میں
دیرِ اعراب کو کعبہ کیا دو واروں میں
کوہ فاراں پہ جو چمکے ہیں انھیں تاروں میں
جب سے پیدا ہوئے، ہیں حق کے طرفداروں میں
کب قلم رک کے سرِ سطر ورق چلتا ہے
اپنے قدموں کے نشاں دیکھ کے حق چلتا ہے

(۱۱۹)

گو نہیں دولتِ روما و مَدَائن گھر میں
کیمیا جس کو کہیں ہیں وہ دفائن گھر میں
سارے لاہوت کے پیدا ہیں قرائن گھر میں
اب بھی ہیں لُولُوء و مرجاں کے خزائن گھر میں
لاکھ کٹ جائے مگر رنگ چمن باقی ہے
تا ابد نسل حسینؑ اور حسنؑ باقی ہے

(۱۲۰)

تا ذبیح بن خلیل اوج نسب ہم سے ہے
ہم عرب سے ہیں بلند، آلِ عرب ہم سے ہے
حج اکبر ہو کہ اصغر ہو، یہ سب ہم سے ہے
ہم نے توڑا ہے ہُبل، وحدتِ رب ہم سے ہے
سبک اتنے کہ سرِ دوش پیمبرؐ ٹھہرے
وزنی اتنے ہیں کہ قرآں کے برابر ٹھہرے

(۱۲۱)

جو اَرَسطو نہ ہو کیا جاہِ سکندر جانے
جوہری وہ نہیں گوہر کو جو پتھر جانے
دور کتنا ہے کنارا یہ شناور جانے
ہم کو پہچان لے تو شانِ پیمبرؐ جانے
شہر حکمت کے ہیں در، یہ ہے جگہ حیدرؑ کی
جس نے دیکھا نہ ہو دَر، اس کو خبر کیا گھر کی

(۱۲۲)

کہاں نازل ہوا قرآں کسے تاویل آئی
شرع دیں کس کے یہاں ناسخِ انجیل آئی
کعبہ ڈھانے کو یمن سے جو صفِ فیل آئی
کس کی امداد کو افواج ابابیل آئی
آج تک اَبْرَہہ پر باب حرم ہنستا ہے
اپنی اقلیم میں اللہ کا گھر بستا ہے

(۱۲۳)

متصرف کیا کعبہ پہ امارت نے ہمیں
مالک کل کیا حیدرؑ کی ولادت نے ہمیں
اپنی آیات بنایا یدِ قدرت نے ہمیں
صفحۂ دہر پہ لکھا خطِ صورت نے ہمیں
صوری و معنوی انداز میں پورے ہم ہیں
چلتے پھرتے ہوئے قرآن کے سورے ہم ہیں

(۱۲۴)

پوچھو اژدر سے جو گہوارے میں تھی طاقت دست
ہم نہتّوں سے ہوئی فیل نشینوں کو شکست
تم تو کیا چیز ہو سلطان حبش ہوگیا پست
اپنے سر لے کے نہ واپس گئے اکلیل پرست
رات اندھیری تھی، چمکتے ہوئے گوہر ہم تھے
لشکر فیل کی ظلمت میں سکندر ہم تھے

(۱۲۵)

ہفت اقلیم جہان، ہفت بحور عالم
کاخِ نہہ طاق فلک، کرسی و عرش اعظم
شش جہت چار عناصر ہوں کہ ہوں ہشت ارم
یہ ہے وہ ملک کہ جس ملک کے سلطان ہیں ہم
ہم سا سلطان زمانے میں کہیں آج نہیں
لطف یہ، تخت کے اور تاج کے محتاج نہیں

(۱۲۶)

لوحِ محفوظ سے فرمان شہی لائے ہیں
مسند خاص نبوت پہ جگہ پائے ہیں
کون اٹھائے ہمیں احمدؐ کے ہمیں جائے ہیں
ہم بشر کے نہیں اللہ کے بٹھلائے ہیں
پاش پاش اہل عداوت کی حکومت کردیں
ہاتھ پکڑے نہ ہو قدرت تو قیامت کردیں

(۱۲۷)

اس نے گھبرا کے کہا یہ کہو سلطان ہو تم
حکم، جنات پہ جاری ہے، سلیمانؑ ہو تم
حامیٔ آدمؑ و سرکوب بنی جان ہو تم
کہا اکبرؑ نے جو منکر ہو تو شیطان ہو تم
کٹ گیا تیغ زباں کے جو یہ جوہر دیکھے
اس نے قبضہ پہ نظر ڈال کے تیور دیکھے

(۱۲۸)

نظروں میں تولتا دکھلائی دیا جب وہ شریر
ذوالفقار علوی بن گئی ماتھے کی لکیر
کاٹھی سے کھینچ لی اکبرؑ نے بھی اپنی شمشیر
شب سے تلوار کھنچی آئی صدا یا شبیرؑ
چشم حیراں میں جو شمشیر نظر آنے لگی
آئینہ خانہ میں تصویر نظر آنے لگی

(۱۲۹)

قبضہ سیارہ تھا اور تیغ کا پھل برق نظیر
قدِ رعنا وہ روپہلا، وہ سنہری تحریر
اس طرح ضو گئی جوہر کی سوئے فوجِ کثیر
دھوپ میں شیشۂ آتش کی پڑے جیسے لکیر
جن پہ چار آئینہ تھے رن میں وہ سینے تڑ تے
عمر سعد کی کلغی کے نگینے تڑ تے

(۱۳۰)

دست بر قبضہ ہے یوں سبط نبیٔ مرسلؐ
سرِ ظلمات خضرؑ جیسے لئے ہوں مشعل
میان کی چشم غلافی کا جو چھوٹا کاجل
چشم مخمور کا ڈورا بنا شمشیر کا پھل
آنکھ شمشیر پہ کیا ڈالے سپاہی توبہ
دھار پر باڑھ جوانی کی الٰہی توبہ

(۱۳۱)

یوں سرِ زینِ فرس بیٹھا تھا وہ ماہِ منیر
جیسے منبر پہ پیمبرؐ کی رکھی ہو تصویر
جلوہ گر ہاتھ میں اس طرح سے اونچی شمشیر
جس طرح دستِ پیمبرؐ میں علیؑ یوم غدیر
سطر جوہر ہے کہ با خطِ جلی لکھا ہے
اس کا اللہ عدو ہو جو عدو ان کا ہے

(۱۳۲)

تیرہ دل خیرہ نظر پاس تھے افواج کے دَل
آگے تھی تیغ کے دھار اور پس پشت اجل
قبضہ مصباح تھا اور شعلہ تھا شمشیر کا پھل
دستِ فراشِ رہِ حق میں درخشاں تھا کنول
تھی پئے فوج گراں تیرگیٔ دل اپنی
بن غانم کو نظر آتی تھی منزل اپنی

(۱۳۳)

اس نے جی کرکے تگاؤر کو بڑھایا گھوڑا
اس طرف اشہبِ مشکیں نے نظر کو موڑا
اس نے مہمیز کی گھوڑے کو دکھایا کوڑا
اس نے یوں نعل کی ٹھوکر دی کہ گھٹنا توڑا
پہلے ہی کھایا وہ ہچکولہ کہ اوسان گئے
جو نظرباز تھے انجام وغا جان گئے

(۱۳۴)

اتنے میں آپ نے ہتوانس کے حمزہؑ کی سپر
ایک نعرہ کیا یا قالعِ بابِ خیبر
سینے پر ماری سپر شانے کی زَد دکھلا کر
ہٹ گیا پٹھے پہ گھبرا کے وہ کھائی ٹکر
مہم آسان نہیں دل میں لعیں جان گیا
کمسنی ہی میں یہ سب جانتے ہیں جان گیا

(۱۳۵)

اسلحہ خانۂ احمدؐ کی جو چمکی شمشیر
باپ کے پاؤں پہ جھکتی ہوئی پہنچی تنویر
در خیمہ پہ کمر تھام کے اٹھے شبیرؑ
دیکھا اک یل کے مقابل میں ہے وہ ماہِ منیر
گھوڑا گانٹھے ہوئے نزدیک عدو جاتے ہیں
نیزہ وہ تانے ہے، یہ تیغ کو چمکاتے ہیں

(۱۳۶)

رنگ رخ زرد ہوا دیکھ کے میداں کا سماں
پیاس بھڑکی ہوئی اور اسلحہ لوہے کا گراں
تجربہ کار وہ مکار یہ نوخیز جواں
کہیں اکبرؑ کے کلیجے میں نہ در آئے سناں
اسی دن کے لئے شاید کہ انھیں پالا ہو
جس کا وعدہ ہے یہی سا نہ کہیں بھالا ہو

(۱۳۷)

سر اٹھاکر کہا واقف ہے تو ربّ اعلیٰ
ڈوبے ہاں خون میں اکبرؑ کا یہ قدِ بالا
ہاں دل شیر کے سینے سے نکالے بھالا
اپنے وعدہ سے یہ بندہ نہیں ٹلنے والا
غیر لے خاص تری نذر یہ دستور نہیں
پہلواں مجھ پہ کرے فخر یہ منظور نہیں

(۱۳۸)

اس طرف باتیں یہ کرتے تھے امام دو سرا
ایستادہ در خیمہ پہ ادھر تھیں لیلا
زرد رخ مضطر و بیتاب جوشہ کو دیکھا
پوچھا زندہ تو ہے میداں میں مرا ماہ لقا
بولے شہ جینے کی ہم ان کے دعا کرتے ہیں
اک یلِ معرکہ دیدہ سے وغا کرتے ہیں

(۱۳۹)

پیاسے ہیں آپ کے ناشاد ہیں اس سے ہوں ملول
کہاں یہ خوار، کہاں گلشن بے خار کا پھول
جاؤ خیمہ میں کہ فرما گئے ہیں مجھ سے رسولؐ
حق میں فرزند کے مادر کی دعا ہے مقبول
کرو خالق سے دعا خیمہ کے اندر لیلا
میرے غازی و نمازی کی ہو مادر لیلا

(۱۴۰)

سن کے یہ حکم محل میں گئی وہ نیک خصال
اور زینبؑ سے کیا گود کو پھیلا کے سوال
بی بی للہ دعا کیجئے با حُزن و ملال
لوٹ لے نیزہ نہ اکبرؑ کا یہ اٹھارواں سال
شادمانی کو نہ اندوہستانی آئی
چھیننے کو مری گودی سے جوانی آئی

(۱۴۱)

کہہ کے یہ ہاتھ اٹھائے طرفِ ربِّ مبین
کہا رو کر کہ غریبوں کا نہیں کوئی معین
علی اکبرؑ کو بچا، چین مرے دل کا نہ چھین
کہا تُتلا کے سکینہؑ نے کہ آمین آمین
بھائیوں پر مرے کیوں چرخ، ستم توڑتا ہے
ایک بیمار ہے، اک جھولے میں دم توڑتا ہے

(۱۴۲)

کہا لیلیٰ نے کہ سائل ہیں صدا کرتے ہیں
التجا لائے ہیں، کب تیرا گلا کرتے ہیں
تجھ سے پاتے ہیں تو امید عطا کرتے ہیں
آئی زہراؑ کی صدا ہم بھی دعا کرتے ہیں
راج تیرا رکھے پردہ رہے اور جاہ بچائے
دل جلی کوکھ کو تیری مرے اللہ بچائے

(۱۴۳)

نا گہاں خیمہ میں اس جا گئی آہ و شیون
جس جگہ رانڈ بنی بیٹھی تھی اک شب کی دلہن
اشکوں سے منہ پہ جمے بال کہ تھا چاند گہن
سر تو خم، ہچکیاں آنے سے لرزتا ہوا تن
چادرا اوڑھے سپید، اٹھی کمر تھامے ہوئے
ساتھ فضہ چلی ہاتھوں سے جگر تھامے ہوئے

(۱۴۴)

ماں کے پہلو میں کھڑے ہو کے بہ تہذیب وادب
رخ سے گھونگھٹ کو الٹ کر بصد آلام و تعب
بولیں اکبرؑ کے سوا فوج میں کوئی نہیں اب
رانڈ کا بھائی ہے یہ اس کو بچا لے یا رب
لاش نوشاہ پہ اُلٹا گیا سہرا اپنا
میں کہاں بیٹھ کے کاٹوں گی رنڈاپا اپنا

(۱۴۵)

یاں دعاؤں پہ دعائیں تھیں، بُرا تھا احوال
وہاں دشمن کو دبائے ہوئے تھا شاہ کا لال
خود پر تیغ تھی یوں کوہ پہ جس طرح ہلال
دن کو اندھا تھا لعیں بکھرے تھے لیلیٰ کے جو بال
نیزہ خالی گیا، جی اس سے لعیں ہارتا تھا
فرس ان کا یہ چڑھا سینے پہ سر مارتا تھا

(۱۴۶)

علی اکبرؑ نے پسِ پشت جھکا کر تلوار
دانتوں میں داب کے اپنے لبِ نازک اک بار
کرکے مضبوط رکابوں پہ بھروسے کا قرار
کھینچ کر نعرۂ تکبیر کیا زور کا وار
آہنی ڈھال کو دو کرکے سروہی نکلی
گڑگڑاہٹ ہوئی بادل سے جو بجلی نکلی

(۱۴۷)

ساغر خود وسبوئے سرو مینائے گلو
کشتیٔ سینہ و میخانۂ بطنِ بد خو
ہوئے دو ٹکڑے تو بادے کی طرح اُبلا لہو
خونِ دشمن سے کیا تیغ نے کہنی سے وضو
خود ہی تکبیر کہی لوہے سے لڑ کر اس نے
سجدۂ شکر کیا زینِ فرس پر اس نے

(۱۴۸)

وہ پڑا ہاتھ کہ خود خونِ رواں نے کہا واہ
فوج کے گرز و سناں، تیر و کماں نے کہا واہ
کرسی و عرش و ملائک نے جہاں نے کہا واہ
سجدے سے سر کو اٹھاتے ہوئے ماں نے کہا واہ
سر مغرور پہ جو بیتنا تھا بیت گیا
بی بیو! شکر کرو میرا جری جیت گیا

(۱۴۹)

ہوا دو ٹکڑے لعیں مرحب خود سر کی طرح
صاف رستا ہوا سینہ جو کھلا در کی طرح
توڑ کر قلعۂ تن قلعۂ خیبر کی طرح
فوجِ دشمن پہ جری پل پڑا حیدرؑ کی طرح
کہتی تھی بپھری جوانی بڑھو حیدرؑ کی طرح
پورے لشکر کو اٹھا لو در خیبر کی طرح

(۱۵۰)

گھوڑا چلتا تھا جو سَن سَن تو سروھی شَپ شَپ
برق انداز تھی کلغی کے نگینوں کی تڑپ
دشمن جاں کبھی گھوڑا کبھی تلوار کی جھَپ
کبھی سینہ کی ھُمک اور کبھی بازو کی چھڑپ
خوں اُگلتا تھا جوانوں کا پرا میداں میں
جس کو ٹھوکر دی وہ سیدھا نہ ہوا میداں میں

(۱۵۱)

شاہِ دلدل کا نبیرہ تھا سرِ پشت اسوار
تیغ، ناخن سے فرس نعل سے کرتا تھا شکار
تھوتھنی جس پہ پڑی شق ہوا اس کا رخسار
کھڑا ہو جاتا تھا دو پاؤں پہ رن میں ہر بار
خود ٹھوکر سے پسے جاتے تھے سرداروں کے
نعل کاندھوں پہ چمکتے تھے ستمگاروں کے

(۱۵۲)

تھی زمیں دشت کی افواجِ ستمگر سے بھری
مایۂ ناز ادھر فوج ادھر بے جگری
ابتدا جنگ کی تھی لڑتا تھا بڑھ بڑھ کے جری
دہنے سے تیغ لگاتے تھے تو بائیں سے پھری
قصد اس جا تھا نہ دھوپ آ سکے جس جا رن میں
دھنستے جاتے تھے شجر کاٹتے بجلی بن میں

(۱۵۳)

قتل اکبرؑ کو کہن سال و شباب ایک ہوئے
کاندھے سے کاندھے جُڑے، خانہ خراب ایک ہوئے
ساز گرمی سے کیا، اہل عذاب ایک ہوئے
اس طرف اشہب و شمشیر و شباب ایک ہوئے
روکتا کون انھیں سدِ سکندر کی طرح
سینۂ فوج میں دھنستے گئے نشتر کی طرح

(۱۵۴)

جان تو تیغ نے لی اور اجل چور بنی
ناب شمشیر کی مہندی بھری اک پور بنی
پہلی صف ٹوٹ گئی دوسری کمزور بنی
صف اول کی درار اس کے لئے گور بنی
صف اول جو گری پشت کے اسوار ہٹے
کم ہوئی تیر کی زَد دور کماندار ہٹے

(۱۵۵)

صف ثانی کے وسط میں جو کھڑا تھا سردار
منتظر حملے کا تلوار سنبھالے ہشیار
اس کے دَہنے پہ فرس ڈال کے آیا جرار
بائیں پر گھوم کے چلتی ہوئی ماری تلوار
ہاتھ میں تیغ رہی خاک میں مغرور ملا
بند ہوکر جو کھلی آنکھ تو سر دور ملا

(۱۵۶)

کر دیا تیغ نے پاتے ہی اشارہ حملہ
ایک کے بعد دوبارہ تھا سہ بارہ حملہ
ہر طرف حملہ تھا اڑتا ہوا پارا حملہ
کہتے جاتے تھے کہ کیوں دیکھا ہمارا حملہ
دیکھوں کیوں کر طبقے فوج کے اب رہتے ہیں
میری تلوار کو جبرئیل کا پر کہتے ہیں

(۱۵۷)

دست شمشیر گلو گیر صف ثانی تھا
صف سوم میں عیاں رنگ پریشانی تھا
خواب سرداروں کو سب کبرِ ہمہ دانی تھا
جن کے ثابت تھے گلے ان کا لہو پانی تھی
دہشتِ تیغ سے آگے نہ قدم بڑھتا تھا
دل میں یہ ہول سمائی تھی کہ دم چڑھتا تھا

(۱۵۸)

کوئی کہتا تھا کہ کیا آنچ ہے اُف ری تلوار
کوئی کہتا تھا کہ بجلی سے بنا ہے رہوار
کوئی کہتا تھا زرا دیکھنا شانِ اسوار
کچھ تو سمجھے تھے جو سرور نے بنایا سردار
سچ ہے دم جس میں ہو دیہیم و سریر اس کا ہے
سکہ جو ڈال گئی فوج، امیر اس کا ہے

(۱۵۹)

ایکا ایکی جو ہوا فوج کے کٹ جانے سے غل
شور سے اسلحہ کے دب گئی آوازِ دُھل
گرد اُٹھی چھپ گیا خورشید کا چہرہ بالکل
در خیمہ سے کچھ آگے بڑھے شاہِ دلدل
دی صدا نعروں کی آواز نہیں آتی ہے
بیٹا! تم کیسے ہو ماں خیمہ میں گھبراتی ہے

(۱۶۰)

دور تک لاشوں کے انبار ہیں ماشاء اللہ
وسطِ فوج میں سرکار ہیں ماشاء اللہ
لوہا مانے ہوئے سردار ہیں ماشاء اللہ
آپ تو حیدرؑ کرار ہیں ماشاء اللہ
نعرہ کرتے رہو تا زیست کی پہچان رہے
آپ کے ساتھ مری روح ہے، یہ دھیان رہے

(۱۶۱)

کہا اکبرؑ نے رہو دل کو سنبھالے بابا
کہیں دَب سکتے تھے اس گود کے پالے بابا
سب پیادے تو گئے پھینک کے بھالے بابا
تھوڑی ہی دیر کے مہماں ہیں رسالے بابا
فتح ہے پاس جو مل جائے مدد رب کی مجھے
ایک بار اور دعا چاہئے زینبؑ کی مجھے

(۱۶۲)

کہاں عباسؑ ہیں ہاتھوں کی صفائی دیکھیں
کہئے اماں سے کہ لیتا ہوں ترائی دیکھیں
غش سے ہو جائیں جو ہشیار تو بھائی دیکھیں
کہئے عابدؑ سے کہ خادم کی لڑائی دیکھیں
جب بیاں فوجوں کی یثرب میں تباہی ہوگی
بھائی کی سامنے صغرا کے گواہی ہوگی

(۱۶۳)

شہ نے صغراؑ کا سنا نام تو نہوڑا لیا سر
ام لیلیٰ کو دیا جا کے پیامِ اکبرؑ
ماں نے چونکا کے یہ عابدؑ سے کہا خوش ہوکر
سیر دیکھو مرے دلبند! وہ بھاگا لشکر
خوں شریروں کا دم تیغ سے کھولا دیکھو
یوں غریبوں کی مدد کرتا ہے مولا دیکھو

(۱۶۴)

نیّر چرخ چہارم جو ہوا جلوہ نما
پردۂ گرد قناتوں کی طرح رن میں ہٹا
نور سے تازہ امامت کے جو چمکا صحرا
سامنے آ گئے یہ چیر کے دشمن کا پرا
کہا خورشید سے ذرّوں کی صفت بڑھتی ہے
آپ کو دیکھ کے بازو کی سکت بڑھتی ہے

(۱۶۵)

خادم خاص ہیں سرداروں سے ہم لڑتے ہیں
بھول کر پیاس کو غداروں سے ہم لڑتے ہیں
دیکھئے سیر ستمگاروں سے ہم لڑتے ہیں
ناز چتون پہ ہے تلواروں سے ہم لڑتے ہیں
اہل یثرب سنیں ہاتھوں کی صفائی میری
یاد رکھئے گا سنانے کو لڑائی میری

(۱۶۶)

کہہ کے یہ ایڑ دی سرپٹ ہوا خوش گام سمند
گھوڑے پر آپ بلند ہاتھ میں شمشیر بلند
تھا، نہ ممکن کہ پس و پیش سے ہوا ان کو گزند
آگے تھا تیغ کا پھل پشت پہ گیسو کی کمند
حُسنِ گیسو سے سروہی کا جمال آگے تھا
رات آتی تھی پس پشت، ہلال آگے تھا

(۱۶۷)

خودِ مصقول چمکتا ہوا بانکا بانکا
وہ گریبان و گلو شام و سحر کا ٹانکا
نعرۂ شیر شغالوں کو بنا تھا ہانکا
آستیں سے جو کھلا ہاتھ، اجل نے جھانکا
شیر کی طرح رواں تیز صفِ آہو پر
ماں کے باندھے ہوئے تعویذ مرے بازو پر

(۱۶۸)

صفیں تلواروں کی اس لالہ بدن نے توڑیں
کُہنیاں سینکڑوں کی ہاتھ کے کَنِ نے توڑیں
تیغیں کاندھے پہ جو تھیں قبضہ کے گھن نے توڑیں
اور جو باقی بچیں ابرو کی شکن نے توڑیں
تیر مژگاں تھے اجل رن میں خطاکاروں کو
ذبح کر کر دیا چلّے پہ کمانداروں کو

(۱۶۹)

پھر نہ چھوڑا اسے سردار جسے جان لیا
یوں لڑے فوج نے شہزور عرب مان لیا
تیغ کی نوک پہ قد داروں کو جب تان لیا
کہا ہم بیٹے ہیں شبیرؑ کے پہچان لیا
ساتھ فوجوں کے پئے نظم مزید آ جاتا
لطف تو جب تھا جو میداں میں یزید آ جاتا

(۱۷۰)

نہ نقیبوں میں رہا زور، نہ کڑکیت ڈٹے
پھینک کر برچھے لرزتے ہوئے برچھیت ہٹے
تیغ پر آب سے لشکر کے جو رو دار کٹے
کائی کی طرح ابلتے ہوئے پانی سے پھٹے
چپ ہوئے طبل، رہا دم نہ ستمگاروں میں
ڈنکے تلوار کے بجنے لگے نقاروں میں

(۱۷۱)

تیغ کی دھار نے شہنا کا گلا کاٹا تھا
نہ گمک طبل کی جھانجوں کا نہ جھنّاٹا تھا
اسپ بھاگے تھے چڑھی سانسوں کا فراٹا تھا
جہاں لشکر میں تھے میلے، وہاں سنّاٹا تھا
ریختہ جسم کے حصوں سے جو منہ موڑ چلے
خون بہتا ہوا کہتا تھا ہمیں چھوڑ چلے

(۱۷۲)

خود اک بھول گیا، ایک سپر چھوڑ گیا
ناخلف باپ کوئی لاش پسر چھوڑ گیا
خشک لب لے گیا اور دیدۂ تر چھوڑ گیا
وہ سبکدوش گیا رن میں جو سر چھوڑ گیا
بھاگنے کا نہ سبب اہل ہوس جانتے تھے
تن بے سر کو پڑا مال فرس جانتے تھے

(۱۷۳)

کچھ سجھائی جو نہ دیتا تھا بہم لڑتے تھے
چوب خیمہ سے سرِ اہل ستم لڑتے تھے
حشر تھا چلنے میں قدموں سے قدم لڑتے تھے
ٹکریں کھاتے تھے آپس میں علم لڑتے تھے
راستا روکے تھے گرگر کے بھگوڑے ہر سو
ٹھوکریں کھاتے تھے بھاگے ہوئے گھوڑے ہر سو

(۱۷۴)

کہیں مغفر، کہیں زرہیں، کہیں بیراگے تھے
ڈیروں سے خانہ بدوشان عرب بھاگے تھے
خیموں کے ٹکڑے ہواؤں میں بہت آگے تھے
اب طنابوں کی جگہ اُلجھے ہوئے تاگے تھے
گھر لٹے کوہ جو رہتے میں تھے وہ کاہ بنے
بارگاہوں کے ستوں سب الفِ آہ بنے

ساقی نامہ

(۱۷۵)

جائے صف رہ گئی تھی خون کی لالی خالی
کیف و بادہ سے ہوئے چشم سفالی خالی
دشت یوں صاف تھا جس طرح ہو تھالی خالی
ساقیا نہر کا ساحل بھی ہے خالی خالی
وقتِ دید آ گیا، ارمان مرے جاگ گئے
جن سے پردہ تھا وہ بدنام وفا بھاگ گئے

(۱۷۶)

جانتے ہیں کہ مکرم ہے معظم ساقی
تو نے چھلکایا ہے خمخانۂ آدمؑ ساقی
تلوے تھے مہر نبوت سے مقدم ساقی
قدر کر قدر ہیں ہم سے بھی بہت کم ساقی
سادہ سودائے محبت سے ہوئے سر ساقی
کون اب بیچ کے خوں پیتا ہے ساغر ساقی

(۱۷۷)

کیفِ امروزہ سے مدہوش ہیں جینے والے
ساحلِ غیر پہ ہیں تیرے سفینے والے
مر گئے دھار سے شمشیر کی پینے والے
سیدوں میں نہیں آثار مدینے والے
جام لیں چڑھ کے سردار یہ امید نہیں
گرچہ زیدی ہیں مگر ولولۂ زید نہیں

(۱۷۸)

کیا غمِ نار اگر دل ہوں دہکنے والے
قفسوں میں نہ ہوئے بند چہکنے والے
کرکے سو حیلے بہک جائیں بہکنے والے
نہ چھکے موت کے ساغر سے نہ چھکنے والے
کچھ سمجھتے نہیں کوثر کی حقیقت ساقی
تشنہ کامانِ مئے چشمِ مروت ساقی

(۱۷۹)

انگ بینِ مگس آلودہ ہے بھائی تم کو
ہم کو وہ راس کہاں راس جو آئی تم کو
جام دنیا میں مبارک رہیں بھائی تم کو
خاک مذہب کے ہمیں اور طلائی تم کو
ہاں سنہری پئیں نازاں ہوں زمانے والے
خاک پر مست ہیں اکسیر بنانے والے

(۱۸۰)

بادہ میں چھوڑ دوں بے دینوں کے سمجھانے سے
ہوش کا بوجھ کہاں اُٹھتا ہے دیوانے سے
اب خبر جائے نہ باہر ترے میخانے سے
یوں ڈبو دے کہ نہ پھر ابھروں میں پیمانے سے
ساقیا فکر کفن کیا، جو ہو احساں تیرا
تو سلامت رہے بس ہے مجھے داماں تیرا

(۱۸۱)

نہ ہٹایا ہمیں در سے ترے جاگیروں نے
رکھ دیئے سجّے، دیا کام نہ تسخیروں نے
قبرستانِ سیاست کے بڑے پیروں نے
کبھی تلواروں نے پرکھا کبھی زنجیروں نے
آگ میں جل کے نہ پگھلے کسی گمراہ سے ہم
کیونکہ ہیں معدنِ فولاد ید اللہ سے ہم

(۱۸۲)

میکدہ تیرا سلامت ہے تو گھر کیا ہوگا
نام پر تیرے نہ ترشے گا تو سر کیا ہوگا
نہ دھواں بن سکا تو سوز جگر کیا ہوگا
سرمۂ دیدۂ اربابِ نظر کیا ہوگا
خوش نہ جلاد ہوں میخوار کو زخمی کرکے
میں پیئے جاؤں گا زخموں کے کٹورے بھر کے

(۱۸۳)

کوثری ہم ہیں، کوئی رندِ خرابات نہیں
امر معروف پہ سر دینا کوئی بات نہیں
نہیِ مُنکَر پہ نہ ڈٹ جائیں، تو سادات نہیں
کربلائی ہیں غم مرگِ مفاجات نہیں
ساغرِ تشنہ لبی منہ نہ بناکر پینا
ہم نے سکھلایا ہے ہونٹوں کو چباکر پینا

(۱۸۴)

ہو نجس ہاتھ میں تو بادۂ کوثر نہ پئیں
جام جھوٹا ہو تو محلولۂ گوہر نہ پئیں
قبضہ دکھلائیں مگر جام مئے تر نہ پئیں
سیر یوں دل ہے کہ چلّو میں اٹھاکر نہ پئیں
راہِ باقی پہ کبھی رہرو فانی نہ گیا
نام سَقا ہوا گو مشک میں پانی نہ گیا

(۱۸۵)

اس صلہ میں کہ فقط سولہ پہر چھوڑ دیا
بادہ خانوں میں تبرک ہوا حصہ میرا
نام سے نذر کے ہے بادہ کشوں میں چرچا
نام لینے سے مرے بڑھتا ہے شربت کا مزا
سب لیا چھوڑ کے سب، ہیں یہ دلیلیں اب تک
ڈھونڈھتی ہیں مجھے رستوں کی سبیلیں اب تک

(۱۸۶)

لاکھوں اقرار تھے پنہاں مرے انکاروں میں
سرد دنیا کو کیا لُوٹ کے انگاروں میں
جذبۂ فیض دُر افشاں ہوا غمخواروں میں
اب تو بٹنے لگی مئے مفت کی بازاروں میں
سَرد یوں دشمنوں کا تاؤ ہوا کرتا ہے
نام پر پیاسوں کے چھڑکاؤ ہوا کرتا ہے

(۱۸۷)

جو عدم میں ہو وہ دنیا کا پتا کیا جانے
خنکی چشمۂ تسلیم و رضا کیا جانے
بندۂ حرص نہ پینے کا مزا کیا جانے
تشنگیٔ علی اکبرؑ کا صلا کیا جانے
مرتبے دیکھنا ہم صورتِ پیغمبرؐ کے
آپ لائے ہیں علیؑ ساغر کوثر بھر کے

(۱۸۸)

دھوپ کو چاندنی سمجھے ہوئے وہ ماہِ منیر
خستہ تن، تازہ تواں، تشنہ لب و سیر ضمیر
ریل کر فوج کو میدان میں تا حد اخیر
نگراں ہے طرف کعبۂ بابِ شبیرؑ
سینہ چوڑا کئے شمشیر دو دم تولے ہوئے
بھائی کو دیکھتے ہیں بند قبا کھولے ہوئے

(۱۸۹)

سر اٹھائے ہوئے یاں کہہ رہے ہیں عابدؑ زار
اے مرے شیر! یہ بھوک اور یہ ترا عزم شکار
تو دوائے دل بیمار ہے میں تیرے نثار
یوں کیا شاد کہ کم ہوگیا بھائی کا بخار
مدح سب کر رہے ہیں والدہ بھی، سرور بھی
فکر گھٹ جانے سے کم ہوگیا دردِ سر بھی

(۱۹۰)

دیر سے دور ہو، فرقت میں نہ اب تڑپاؤ
جن سے فوجوں کو بھگایا ہے وہ بازو لاؤ
چوم لے بھائی سر و سینہ جو نزدیک آؤ
دل میں بھی آئے تراوٹ جو گلے مل جاؤ
گھر میں سب شاد ہیں اب اشک فشانی بھی نہیں
تم کو انعام دیں کیا؟ گھر میں تو پانی بھی نہیں

(۱۹۱)

واہ اک حملہ میں میداں سے لشکر سر کا
فوج میں گھس کے لڑے اور نہ کھایا چرکا
نہر ہاتھ آئے تو غم جائے ہمارے گھر کا
سن لو احوال خطرناک ہے اب اصغرؑ کا
کیا کہیں منہ سے کہ ہے رنج عطش پیاروں کا
رنگ اڑا جاتا ہے شبیرؑ کے رخساروں کا

(۱۹۲)

بھائی سے بھائی ادھر دشت میں تھا محو کلام
اور مشیت پہ نظر کرکے تھے خاموش امامؑ
ناگہاں جمع ہوا بھاگا ہوا لشکر شام
چل چکے تیر تو آگاہ ہوا وہ گلفام
زخم ایک آدھ جو ناوک کا لگا، ٹال دیا
کرکے تسلیم بزرگوں کو فرس ڈال دیا

(۱۹۳)

اپنی حد سے جو گزرآئی تھی تلوریوں کی صف
قلب پر ان کے گرا شیر صفت شہ کا خلف
باگ چھوٹی ہوئی رہوار کی شمشیر بکف
سرِغناؤں پہ نظر صورت سلطانِ نجف
سامنے فوج پہ وہ گیسوؤں والا آیا
پشت پر برچھیوں والوں کا رسالا آیا

(۱۹۴)

شمر چلایا صفیں راست کرو، طبل بجاؤ
تیر اندازوں کو میدان کے ٹیلوں پہ چڑھاؤ
گھر چکا شیر بلندی سے، خدنگ اس پہ لگاؤ
سنگ اندازوں کا تلوریوں کے پیچھے ہو جماؤ
مانتے کب ہیں اگر زخمِ جسد آلے ہیں
کوئی جیتے گا نہ سر مکھ، یہ علیؑ والے ہیں

(۱۹۵)

کان کے پاس جو بجنے لگے قرنا و دُہل
گھیر لو گھیر لو ہر سمت ہوا فوج میں غُل
متوجہ ہوا مجمع کی طرف شاہ کا گُل
دیکھا نیزوں کے قفس میں ہوں بسان بلبل
میں اکیلا ہوں ادھر نیزہ بھی، تلوار بھی ہے
سنگ باری بھی ہے اور تیروں کی بوچھار بھی ہے

(۱۹۶)

فتح اب بھی ہے مری ان پہ مگر چھائے گا کون
تا بہ شبیرؑ تمنا مری پہنچائے گا کون
کٹ چکی فوج، مدد کو مری اب آئے گا کون
سب کو تو شہ نے اُٹھایا مجھے لے جائے گا کون
باپ بوڑھا ہے مرے غم سے حزیں ہے مادر
بھائی بیمار ہے اور پردہ نشین ہے مادر

(۱۹۷)

دل میں یہ سونچ رہا تھا ابھی وہ ماہ لقا
کہ پڑا چاند سے سینے پہ کسی کا نیزہ
چاہتے تھے کہ کریں ڈانٹ کو نیزوں کی دوتا
کہ پس پشت سے سر پر لگی شمشیر قضا
دلِ نازک کے قریں تیر ستم کھا کے گرے
نیزہ کھینچا تھا کہ میدان میں تھرا کے گرے

(۱۹۸)

پیاس میں خون کے بہہ جانے سے طاقت ہوئی کم
بہت آہستہ سے فرمایا تصدق ہوئے ہم
حسرت دید ہے آنکھوں میں اٹک جائے نہ دم
آیا جائے تو چلے آیئے یا شاہِ امم
کہئے عابدؑ سے دل سرور خوش خو تھامیں
خود عصا تھام کے ناچار کا بازو تھامیں

(۱۹۹)

اس طرف کہہ کے یہ بیہوش ہوا وہ گل فام
باپ تک رن کی ہوا لے گئی اکبرؑ کا پیام
غش ہوئے حضرت سجادؑ حزین و ناکام
گرچہ دل بیٹھ رہا تھا مگر اُٹھ بیٹھے امام
بولیں لیلیٰ کہاں آمادہ ہو جانے کے لئے
کہا جاتا ہوں جواں شیر کو لانے کے لئے

(۲۰۰)

کہا زینبؑ نے کہ بھائی مرے نزدیک تو آؤ
گذری کیا فاتح و جرار پہ کچھ حال سناؤ
کہوں کس منہ سے جواں لال کی میت کو اٹھاؤ
چادر فاطمہ زہراؑ سے کمر باندھتے جاؤ
سال اٹھارواں ہے شیر ژیاں ہیں اکبرؑ
کس طرح تم سے اٹھیں گے کہ جواں ہیں اکبرؑ

(۲۰۱)

شہ نے فرمایا کہ میداں سے لئے آتے ہیں ہم
جمع تم رکھو درِ خیمہ پہ اطفالِ حرم
ہم سے گر آ نہ سکا گھر میں ہمارا ضیغم
بھائی کی لاش کو لے آئیں گے بچے باہم
تم میں سے کوئی مدد کرنے نہ آئے گھر سے
پردہ بہنوں کا زیادہ ہے اہم اکبرؑ سے

(۲۰۲)

کہہ کہ یہ دشت کو راہی ہوا مولائے جہاں
کبھی دہنے کبھی بائیں بتحیر نگراں
تھی صدا اے علی اکبر ہو کہاں رن میں تپاں
سرخرو تم ہوئے زہرا سے، زرا دیکھ لے ماں
بعدِ عباسؑ نہ پھر درد کمر نے چھوڑا
نورِ عین آپ تھے، اب ساتھ نظر نے چھوڑا

(۲۰۳)

انتظار اتنا کرو پاس میں آ لوں پیارے
گود میں گرم زمیں سے میں اٹھا لوں پیارے
پوچھ دوں چہرے کی گرد اشک بہا لوں پیارے
ایک بار اور کلیجے سے لگا لوں پیارے
کوئی اب پوچھنے والا نہیں بیٹا میرا
نیزہ تم کھاتے ہو دکھتا ہے کلیجا میرا

(۲۰۴)

کہا اکبرؑ نے کہ اے سروِ بہار عالم
منتظر دید پدر کے تہہ اشجار ہیں ہم
نخلستاں کی طرف آیئے یا شاہ امم
اب دوبارہ دیں صدا اتنا بھی باقی نہیں دم
زخم نیزہ سے قیامت کی کھٹک ہوتی ہے
سانس لیتا ہوں تو سینے میں چمک ہوتی ہے

(۲۰۵)

شاہ بالیں پہ جو پہنچے تو قیامت دیکھی
خون میں سر کے بھری چاند سی صورت دیکھی
بات کر سکتے نہیں اتنی نقاہت دیکھی
خاک میں ملتی ہوئی شکل نبوت دیکھی
چھوڑ کر اسپ سرِ فرشِ زمیں بیٹھ گئے
گود میں رکھ لیا سر سرور دیں بیٹھ گئے

(۲۰۶)

کہا اکبرؑ نے کہ میں ہوتا ہوں رخصت بابا
گھر میں لے چلئے جو ہو آپ میں طاقت بابا
آ گئی سر پہ میرے وعدہ کی ساعت بابا
چھو لوں اماں کے قدم دل میں ہے حسرت بابا
دیکھ کر اپنوں کو دنیا سے گزرنا اچھا
حلقہ اہل محبت میں ہے مرنا اچھا

(۲۰۷)

شہ نے فرمایا مری گود میں لو آؤ چلو
میں لئے چلتا ہوں خیمہ میں! نہ گھبراؤ چلو
سانسیں آہستہ لو، اس طرح نہ تھراؤ چلو
جو اٹھانے کا نہ تھا بوجھ وہ اٹھواؤ چلو
زندہ آغوش میں صحرا سے پہنچ جاؤ گے
گھر میں جذب دل لیلیٰ سے پہنچ جاؤ گے

(۲۰۸)

الغرض لے چلے اس شیر کو سمجھاتے ہوئے
باتیں کرتے ہوئے دل راہ میں بہلاتے ہوئے
پاؤں تھمتے ہوئے، رکتے ہوئے، تھراتے ہوئے
کاندھے پر لاش اٹھائے ہوئے، بل کھاتے ہوئے
نہ بڑھا جب وہ غم روح گسل بیٹھ گیا
سامنے گھر نظر آنا تھا کہ دل بیٹھ گیا

(۲۰۹)

طرف خیمہ نظر کرکے پکارے سرور
فضہؑ پہنچا دے خبر آ گیا میرا دلبر
لینے کو بھیج دیں بچوں کو، کہاں ہیں خواہر
مجھ سے اب تا بہ مکاں آ نہ سکیں گے اکبرؑ
یوں کسی بندے کو میت کوئی لانا نہ پڑے
لاش فرزند کی دشمن کو اٹھانا نہ پڑے

(۲۱۰)

شہ کی آواز سنی، نکلے حرم سے بچے
غرقِ خوں دیکھ کے بھائی کے جسد سے لپٹے
قدم اکبر کے اگر ایک نے کاندھے پہ رکھے
اک چلا بھائی کا سر تھی سی گودی میں لئے
بچے یوں گھیرے ہیں، یوں لاش جری جاتی ہے
جیسے دولہا کو لئے ساتھ برات آتی ہے

(۲۱۱)

آئے خیمہ میں جو اکبرؑ، تھا قیامت کا سماں
پہلوؤں میں جو تھیں بہنیں، سر بالیں پھوپھیاں
دور سے دیکھ کے تھیں لونڈیاں سرگرم فغاں
سینے پر ہاتھ رکھے دیکھتی تھی سانس کو ماں
کہتی تھیں پاؤں پہ گر کر مرے دلبر بولو
ابھی زندہ ہو تو پیارے علی اکبر بولو

(۲۱۲)

گھر میں آئے تھے مجھے دیکھنے، الفت کے نثار
جو کہا تھا وہ کیا، تیری شجاعت کے نثار
چاند بھی ماند ہے، ہے ہے تری صورت کے نثار
درد میں یاد رہی ماں، تری الفت کے نثار
میری آغوش سے چپ چپ نہ سدھارو بیٹا
کہہ کے اماں مجھے اک بار پکارو بیٹا

(۲۱۳)

سن کے لیلیٰ کی صدا ہوش میں آئے اکبرؑ
دیکھا غازی نے مرے گرد کھڑا ہے گھر بھر
مسکراتے ہوئے زینبؑ کے قدم پر رکھا سر
ہاتھ پھیلائے لرزتے ہوئے سوئے مادر
نبض کو ہاتھ سے اکبر نے بہ غم چھوڑ دیا
ماں نے سینے سے لگایا تھا کہ دم توڑ دیا

(۲۱۴)

کہا زینبؑ نے جو رنگ اور ملا صورت کا
اک تبسم میں صلہ دے گئے کل خدمت کا
آرزو یہ تھی کہ وقت آئے گا جب رحلت کا
تم چراغ آ کے جلاؤ گے مری تربت کا
چھوڑ کر ہم کو گئے منتیں تھیں جن کے لئے
واری ہم نے تمہیں پالا تھا اسی دن کے لئے

(۲۱۵)

گال پر گال رکھے کہتی تھی کبریٰ رو کر
چھوڑا اس رانڈ بہن کو مرے بھیا کس پر
پہلے سسرال لٹی کٹ گیا نو شاہ کا سر
میکا اب ہو گیا برباد سدھارے اکبرؑ
میرا وارث بھی چھٹا، سر پہ برادر نہ رہا
بیوہ تکیہ کرے کس گھر پہ، کوئی گھر نہ رہا

(۲۱۶)

یہ صدا ماں کی ہے، ہے ہے گل رعنا اکبرؑ
آپ سے فخر تھا دنیا میں ہمارا اکبرؑ
ماں تھی ہم شکل پیمبرؐ کی یہ دکھیا اکبرؑ
کیا لکھوں آئے اگر نامۂ صغرا اکبرؑ
لفظیں سکھلا دو مرے دل کے سہارے اکبرؑ
لکھا جائے گا کہ دنیا سے سدھارے اکبرؑ

(۲۱۷)

شاعرؔ اب ختم کرو مرثیہ ہے وقت دعا
عالم علم سرایا وخفایا ہے خدا
آج بھی ہے جدل بے گنہ واہل خطا
مجھ کو درکار کوئی چیز نہیں تیرے سوا
دے دے دشمن کو، نظر میں مری دنیا کیا ہے
تو جو بازو مرا تھامے ہے تو پروا کیا ہے

(۲۱۸)

نہ مجھے فکر کچھ اپنی ہے، نہ فکر اولاد
زن و فرزند یہ میرے نہیں، تیرے ہیں عباد
میرے ناموس پر الزام، نئی ہے بیداد
یا رب اس حال میں ایوبؑ نے کی تھی فریاد
عدل پر تیرے زمانے کی عقیدت ہوجائے
حشر سے پہلے نمایاں تری قدرت ہو جائے

(۲۱۹)

لکھنؤ میں نہ ہوا مرثیہ یہ مجھ سے تمام
گاہ بیمار رہا گاہ بفکر انجام
حیدرآباد میں آشفتہؔ چچا کا ہے قیام
یہیں اکیس نومبر کو ہوا ختم کلام
چین تو دے گا تو میں جب نہ رہوں گا آگے
ظاہری تجھ سے صلہ لے کے کہوں گا آگے

✿✿✿

۲۱؍نومبر ۱۹۴۳ء حیدرآباد